بحث ونظر

قرآنی علم وفہم کا درجہ حکمت

مولانا محمد تقی امینی

قرآن حکیم اللہ رب العزت کی کتاب ہے۔ اس کی عظمت وبڑائی اور گہرائی وگیرائی کا اندازہ کرنے کے لئے اس کی یہ نسبت ہی کافی ہے۔ "حکمت" قرآنی علم وفہم کا نہایت اونچا درجہ ہے جس پر اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور اس کی تعلیم کو نبوت کا فرض منصبی قرار دیا۔ پھر جس کو جس درجہ اور جس گوشہ میں رسول اللہ سے زیادہ مناسبت ہوئی اس کے لحاظ سے وہ حکمت کی تعلیم سے بہرہ ور ہوا۔ چنانچہ جن آیتوں میں آپ کے فرائض کا تذکرہ ہے ان میں صلاحیتوں کی کمی بیشی کے لحاظ سے قرآنی علم وفہم کے درجوں کی طرف بھی اشارہ ہے اور حکمت کو آخری درجہ قرار دیا گیا ہے۔ مثلاً دعاء ابراہیمی میں ہے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ [1]

اے ہمارے پروردگار ان میں ایک رسول انھیں میں سے بھیجئے۔ جو انھیں آپ کی آیتیں پڑھ کر سنائے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کی تربیت (تزکیہ) کرے بیشک آپ غالب اور حکمت والے ہیں۔

انسان پر احسان عظیم کے ذکر میں ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

بیشک اللہ نے مومنوں پر احسا

بیشک اللہ نے مومنوں [illegible] احسان فرمایا کہ ان

---

[1] سورہ بقرہ آیت ۱۲۹

اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ [1]

میں ایک رسول انھیں میں سے بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے ان کو پاک وصاف (تربیت وتزکیہ) کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

اللہ کی صفات بروئے کار لانے کے ذکر میں ہے۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ [2]

اللہ ہی نے امیوں میں انھی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک وصاف (تزکیہ وتربیت) کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور بیشک یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے۔

اوپر اللہ کی چار صفتیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) الملک ۔ وہ حقیقی فرمانروا ہے۔ اس لئے ہدایت وفرامین بھیجتا ہے۔

(۲) القدوس ۔ وہ پاک وصاف ہے اس لئے پاکی وصفائی (تزکیہ) کا حکم دیتا ہے۔

(۳) العزیز ۔ وہ غلبہ والا ہے۔ اس لئے قانون وشریعت کی تعلیم دیتا ہے۔

(۴) الحکیم ۔ وہ حکمت والا ہے۔ اس لئے وہ حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرہ سے قانون وشریعت کا ربط قائم رہے۔

مذکورہ فرائض منصبی کی آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذہنی وفکری استعداد کے لحاظ سے قرآنی علم وفہم کے تین درجے ہیں۔

(۱) تلاوت آیات (ترجمہ وسرسری مطلب جان لینا) کا درجہ جو اہل عرب کو حاصل تھا اور

---

[1] آل عمران آیت ۱۶۴ [2] جمعہ آیت ۲

ان آیتوں میں اس شعور سے انکار کیا گیا ہے جس کا تعلق قلب سے ہے شعور عقل سے انکار نہیں کیا گیا ہے۔

حکمت کی تکوین میں اعلیٰ درجہ کے مجموعہ کی جھلک اس کی تعریف، تعبیر، تشریح اور شرائط وآداب ہر ایک میں دکھائی دیتی ہے۔ مثلاً

حکمت کی تعریف۔ تعریف یہ ہے:۔

ھی اسم القوۃ الجامعۃ لرزانۃ العقل والرای وشرافۃ الخلق الناشئۃ منہا[1]	حکمت ایسی قوت کا نام ہے جو عقل ورائے کی پختگی اور اس سے نشوونما پانے والی اخلاقی شرافت کو جامع ہے۔

اس تعریف کی تائید قرآن حکیم کی ان متعدد آیتوں سے ہوتی ہے جن میں انبیاء علیہم السلام کو حکمت دیئے جانے کا ذکر ہے۔ لیکن حضرت داؤد علیہ السلام کے واقعہ میں **حکمت کا** ایک اہم اثر ونتیجہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ

واتینہ الحکمۃ وفصل الخطاب[2]	ہم نے داؤدؑ کو حکمت اور فیصلہ کن بات دی۔

فصل الخطاب سے مراد

وھو القول الحق الواضح عند العقل والقلب[3]	وہ حق بات جو عقل وقلب دونوں کے نزدیک واضح ہو۔

جس طرح قول فیصل حکمت کے آثار میں سے ہے اسی طرح اخلاق کی پاکیزگی اور حسن ادب بھی اس کے آثار میں سے ہے۔

حکمت کی تعبیر۔ حکمت کی تعبیر شرح صدر، القا ربانی، علم لدنی اور نور وغیرہ الفاظ سے کی جاتی ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرح صدر کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

---

[1] المعلم عبدالحمید فراہی مفردات القرآن [2] صٓ آیت ۲۰ [3] عبدالحمید فراہی مفردات القرآن

غیر اہل عرب کو بار بار ترجمہ و تفسیر دیکھتے و پڑھتے رہنے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

(۲) تعلیم کتاب۔ (مفہوم متعین کرکے اس کو برمحل منطبق کرلینا) کا درجہ جو سورت کے موضوع اور حالات و قرآن میں نظر ڈالتے رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں عربی زبان دانی کے ساتھ غور و فکر کی بڑی اہمیت ہے۔ اور سوچنے والے دماغ ہی کو یہ درجہ حاصل ہوتا ہے۔

(۳) تعلیم حکمت۔ (گہرائی و تہہ تک پہونچنے اور اسرار و رموز سے واقفیت حاصل کرنا) کا درجہ جو انسان و سماج کے حالات اور قرآنی آیات میں مسلسل غور و فکر کرتے رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اس میں خاص قسم کی ذہنی رسائی و فکری بلندی درکار ہے۔ جو تخلیقی ذہن و فکر کے بغیر بہت کم پائی جاتی ہے۔

پہلے درجہ کا زیادہ ظہور ہدایات و فرامین اور قصص و امثال میں ہوتا ہے۔ دوسرے کا شریعت و قانون اور تیسرے کا اخذ و استنباط میں ہوتا ہے۔

ذیل میں اس درجہ کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

حکمت کی تکوین۔ قرآنی علم و فہم کا ہر درجہ اگرچہ شعور عقل و شعور قلب کے مجموعے سے وجود میں آتا ہے لیکن حکمت کی تکوین جس قوت سے ہوتی ہے۔ اس میں خاص طور سے دونوں کا اعلیٰ درجہ ملحوظ ہوتا ہے۔ جو فطری ذوق و خلقی وجدان کے بغیر خاطر خواہ نتیجہ نہیں برآمد کرتا عقل کی طرح قلب بھی شعور رکھتا ہے۔ اگرچہ دونوں کی نوعیت و کیفیت میں فرق ہے جیسا کہ قرآن حکیم کی بہت سی آیتوں میں شعور قلب کو بھی سمجھ بوجھ کا ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے۔ مثلاً۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا [۱]	ان کے پاس دل ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔
أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [۲]	کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔
فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ [۳]	انکے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے وہ سمجھتے نہیں ہیں
خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ [۴]	اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے۔

---

[۱] اعراف آیت ۱۷۹ [۲] محمد آیت ۲۴۔ [۳] منافقون آیت ۳ [۴] بقرہ آیت ۷

هو نور يقذفه الله فى القلب [1] — وہ ایک نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ سینہ میں ڈالتا ہے۔

امام مالکؒ کے اس قول سے مزید وضاحت ہوتی ہے۔

الحكمة والعلم نور يهدى به الله من يشاء ليس بكثرة المسائل [2] — حکمت اور علم نور ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ وہ زیادہ مسائل جاننے کا نام نہیں ہے۔

امام غزالیؒ نے اس نور کو مفتاح سے تعبیر کیا ہے:

وذالك النور وهو مفتاح اكثر المعارف [3] — یہ نور اکثر معارف کی کنجی ہے۔

حکمت کی تشریح۔ حکمت کی تشریح دینی معرفت، دینی عقل، گہری سمجھ (فقہ) فطری ملکہ، علم اسرارِ دین، علم و عمل قول صواب و فعل صحیح وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ جو بجائے خود اس کی ماہیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ اس کی تکوین میں شعور عقل و قلب کے اعلیٰ مجموعہ کے ساتھ فطری ذوق و خلقی وجدان کو بھی دخل ہے جو عطیہ ربانی و فضلِ ایزدی ہے جیسا کہ اس کی تائید ان تشریحات سے ہوتی ہے۔ ائمہ لغت نے اس کی یہ تشریح کی ہے:

الحكمة اصابة الحق ما العلم والعقل [4] — علم و عقل کے ذریعہ حق تک پہنچنے کا نام حکمت ہے۔

الحكمة عبارة عن معرفة افضل الاشياء بافضل العلوم [5] — افضل اور بہتر چیز کو بہترین علم کے ذریعہ جاننا حکمت ہے۔

مفسرین سے یہ تشریح منقول ہے

وضع كل شئ موضعه — ہر شئی کو اس کے مناسب محل میں رکھنا

---

[1] الغزالی المنقذ من الضلال [2] ابن عبد البر جامع بیان العلم و فضله قوله لاحسد الا فی اثنین [3] غزالی المنقذ من الضلال [4] راغب اصفهانی المفردات فی غریب القرآن [5] محمد بن مکرم انصاری لسان العرب

معرفۃ الاشیاء بحقائقھا — حقائق اشیاء کی معرفت
الفصل بین الحق والباطل — حق و باطل کے درمیان فیصلہ کی قوت
الاصابۃ فی القول والعمل [۱] — قول و عمل میں صحیح رائے تک پہنچنا
مایکمل نفوسھم من المعارف والاحکام — وہ معارف و احکام جن سے نفوس انسانی کمال کو پہونچیں۔

ان کے علاوہ بھی بہت سی تشریحات مفسرین سے منقول ہیں مثلاً

انوار قلوب کی معرفت اور اسرار غیوب سے واقفیت۔ نفس اور شیطان کی دقیقہ رسی سے آگاہی۔ شیطانی اور انسانی تقاضوں میں امتیاز کی قوت۔ عقل کی رہنمائی اور قلب کی بصیرت۔ برائیوں کی صحیح نشاندھی کے بعد علاج کی صحیح تدبیریں۔ مخلوق کے احوال کا علم خاص قسم کی فراست [۲]

مجاہدؒ تابعی اور امام مالکؒ سے یہ تشریح منقول ہے۔

انھا معرفۃ الحق والعمل بہ والاصابۃ فی القول والعمل [۳] — حق کی معرفت اس پر عمل اور قول و عمل میں درستی کو پہونچنے کا نام حکمت ہے۔

ابن قیم نے اس کو احسن کہا ہے

واحسن ما قیل فی الحکمۃ [۴] — حکمت کے باب میں جو کچھ کہا گیا اسمیں یہ احسن ہے

ابن مسکویہؒ نے حکمت کے تحت یہ چیزیں بیان کی ہیں:۔

"ذکاوت، ذہانت سرعت فہم ذہن کی صفائی عقل کی رسائی اور سہولت تعلیم" پھر اس کے بعد کہا ہے

وبھذہ الاشیاء یکون حسن — ان ہی چیزوں کے ذریعہ حکمت کی حسن استعداد

---

[۱] علاء الدین علی تفسیر خازن ص۲۶۸ وقاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری ص۳۸۶ [۲] عرائس البیان فی حقائق القرآن ص۱۰۰ [۳] ابن القیم مدارج السالکین وتفسیر قیم دانزل اللہ الخ [۴] ایضاً

الاستعداد للحکمۃ [1] پیدا ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ سے یہ تشریح منقول ہے

ھو علم اسرار الدین الباحث عن حکم الاحکام ولیاتہا واسرار خواص الاعمال ونکاتہا [2]	وہ اسرار دین کا علم ہے جو احکام کی علت سے بحث کرتا اور اعمال کے خواص و اور باریکیوں تک پہنچاتا ہے

پھر اس پر قابو پانے کے لئے ذہنی رسائی و فکری بلندی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وقار الطبیعۃ سیال القریحۃ [3]	روشن دماغ اور رسا ذہن ہو

وقار اور سیال دونوں مبالغے کے صیغے ہیں جن کی افادیت تخلیقی صلاحیت تک پہونچتی ہے۔ مذکورہ تعبیر و تشریح کے الفاظ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً یہ سب ایک ہی حقیقت کو واضح کرنے والے اور ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں فرق صرف الفاظ کے انتخاب میں ہے۔ کسی نے شعور قلب کی مناسبت کو ملحوظ رکھا ہے کسی نے شعور عقل کی مناسبت کو اور کسی نے عقل و قلب دونوں کے شعور کا لحاظ کیا۔

حکمت کے شرائط: قرآنی حکمت کے شرائط میں تزکیہ نفس اور فکر آخرت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ تزکیہ میں عقائد و خیالات کی صفائی اور اعمال و اخلاق کی درستی دونوں شامل ہیں یعنی غلط نظریات و عقائد سے شیشۂ دل و آئینہ دماغ کی صفائی کر کے صحیح اصول و نظریات ان کی جگہ بٹھائے جائیں۔ اسی طرح برے اخلاق و گندے اعمال سے ہٹا کر اچھے اعمال و عمدہ اخلاق کا خوگر بنایا جائے۔ اس طرح تزکیہ کے ذریعہ لازمی طور سے عقل و قلب کی فطری صلاحیتوں کو نشو و نما پانے کا موقع ملے گا جس کی بنا پر لغت کے ماہرین نے اس کے معنی ہی "ابھارنا اور نشو و نما دینا" کے لئے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ فرائض منصبی کی آیتوں میں لفظ ویزکیھم (اللہ کا رسول ان کا تزکیہ کرتا ہے) بھی ہے جس کا مادہ زکاۃ ہے۔

الزکاء النماء والسریع [4]	زکاء کے معنی بڑھنا اور تر و تازہ ہونا

---

[1] ابن مسکویہ، تہذیب الاخلاق ص۵ [2] و [3] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ مقدمہ ص۱ [4] محمد بن مکرم انصاری وابن منظور، لسان العرب جلد ۱۴

اصل الزکاء النمو الحاصل عن برکۃ اللہ [1]	زکاۃ کی اصل وہ بڑھوتری ہے جو اللہ کی برکت سے حاصل ہو۔

یہ لفظ سورہ آل عمران آیت ۱۶۴ اور سورہ جمعہ آیت ۲ میں علم وفہم کے پہلے درجہ (تلاوت آیات) کے بعد ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تزکیہ قرآنی علم وفہم کے ہر درجہ میں مطلوب ہے لیکن سورہ بقرہ آیت ۱۲۹ دعاء ابراہیمی میں علم وفہم کے آخری درجہ (حکمت) کے بعد ہے جس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دعا ودرخواست کے موقع پر کام کی ترتیب نہیں ملحوظ ہوتی صرف تفصیل ملحوظ ہوتی ہے جب کہ قبولیت اور اثابت کا موقع اس کا پابند ہوتا ہے کہ مسائل کی مصلحت کے پیش نظر کام کی ترتیب ملحوظ رکھے۔

حکمت چونکہ علم وفہم کا نہایت اونچا درجہ ہے اس بنا پر لازمی طور سے اس کے لئے خاص تزکیہ مطلوب ہے جو ذہنی وفکری آبگینے میں وہ چمک پیدا کر دے جو قرآنی حکمت کے لئے درکار ہے، یہ خاص تزکیہ عام حالات میں نہیں تکمیل کو پہونچتا بلکہ اس کے لئے کچھ خاص حالات (جو افراد واشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں) ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے تکمیل کو پہونچتا ہے، ثبوت میں حضرات انبیاء علیہم السلام ودیگر اصحاب حکمت کی زندگیاں پیش کی جا سکتی ہیں، فکر آخرت کے ذریعہ قوت وحکمت کا رشتہ سرچشمہ حکمت (اللہ رب العزت) سے قائم ہوتا اور نورانی دنیا سے ربط وتعلق پیدا ہوتا ہے پھر ادھر سے علم وعرفان اور فیوض و برکات کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما زهد عبد فی الدنیا الا انبت اللہ الحکمۃ فی قلبہ [2]	جس بندے نے دنیا میں زہد اختیار کیا (بے رغبتی) تو اللہ اس کے دل میں حکمت اگائیگا۔

دوسری جگہ ہے:۔

اذا رأیتم العبد یعطی زھدا فی الدنیا وقلۃ منطق فاقتر	جب کسی بندے کو دیکھو کہ اس کو دنیا میں زہد (بے رغبتی) عطا کیا گیا اور بولتا کم ہے تو اس

---

[1] راغب اصفہانی المفردات فی غریب القرآن [2] مشکوٰۃ کتاب الرقاق

بوامنہ فانہ یلقی الحکمۃ [1] کی صحبت اختیار کرو کہ اس میں حکمت کا القا ہوتا ہے۔

ایک اور موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینہ میں نور داخل ہونے کی یہ علامت بیان فرمائی ہے۔

التجافی عن دار الغرور والانابۃ الی	دار الغرور (دنیا) سے الگ رہنا (دل نہ لگانا) دار الخلود
دار الخلود والاستعداد للموت	(آخرت) کی طرف متوجہ رہنا اور موت سے
قبل نزولہ [2]	پہلے اس کی تیاری کرنا۔

حکمت کے آداب : قرآنی حکمت کے آداب میں اللہ کے بندوں کے ساتھ محبت و شفقت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں صبر و ضبط، سخاوت و قناعت، نرم دلی و دل سوزی اور ایثار و قربانی وغیرہ اوصاف شامل ہیں، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے۔

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ	اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس
یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا	کو حکمت عطا ہوئی وہ خیر کثیر سے
کَثِیْرًا ؕ [3]	نوازا گیا۔

یہ آیت بندوں پر خرچ کرنے اور اس راہ کے شیطانی وسوسوں سے بچنے کی تاکید کے بعد ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا اثر و نتیجہ عطیہ حکمت کی شکل میں نمایاں ہوتا ہے۔

اسی طرح حکمت کے آداب میں ان اوصاف ذمیمہ سے بچنا ہے جو قساوت قلبی پیدا کرتے ہیں مثلاً کبر و نفاق، بغض و حسد، غیبت و برائی، حرص و طمع وغیرہ جیسا کہ قرآن و حدیث میں ان کے جو اثرات بیان ہوئے ہیں ان سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حکمت کے استعمال میں فرق : مذکورہ تفصیل سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآنی حکمت کا مفہوم اردو کے مفہوم سے کہیں زیادہ بلند ہے کیونکہ اس کے لئے شعور کی مروجہ انسانی تصور سے کچھ اونچی سطح درکار ہے، جب کہ اردو میں شعور و عقل کا اونچا درجہ کفایت کرتا ہے۔ پھر اردو میں وہ فراست ملحوظ نہیں ہوتی جو شعور کے تزکیہ کی راہ سے آتی ہے اور آداب کی بجا آوری سے اس کی قوت پرواز میں اضافہ ہوتا ہے، جب کہ اس میں ان دونوں کو خصوصی مقام حاصل ہے۔

---

[1] [2] مشکوٰۃ کتاب الرقاق [3] سورہ بقرہ آیت ۲۶۹

حکمت کے میدان کا دائرہ کار : قرآنی حکمت کی تکوین میں اگرچہ شعور (عقل وقلب کا اعلیٰ مجموعہ ہوتا ہے لیکن دیگر نفسی قوتوں اور باہمی مناسبتوں کو سامنے رکھ کر قدرت جس (عقل یا قلب کے شعور) کو زیادہ ابھارتی اور جس سے متعلق کام کے زیادہ مواقع فراہم کرتی بس اس کے لحاظ سے حکمت کے میدان کا دائرہ کار متعین ہوتا ہے اور کام کی راہیں ہموار ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ عارفین اور راسخین (علم میں) دونوں میں حکمت کی قوت موجود ہوتی ہے لیکن عارفین کا میدان شعور قلب سے زیادہ تعلق رکھتا ہے، جب کہ راسخین کا میدان شعور عقل سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔

چنانچہ راسخین کی حکمت علم کے میدان میں زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب کہ عارفین کی حکمت تزکیہ کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیتی ہے اور یہ واقعہ ہے کہ ہر ایک کی بات اپنے اپنے میدان اور دائرہ ہی میں زیادہ وزن دار بنتی ہے۔

حکمت کے سب سے اونچے اور جامع درجہ پر رسول اللہؐ فائز تھے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی حکمت کے سب سے اونچے درجہ پر فائز اور ہر میدان ودائرہ کے جامع تھے اور بڑی بات یہ کہ سب میں توازن برقرار رکھے ہوئے تھے جس کی بنا پر ہر میدان ودائرہ کی بات وزن دار اور افراط وتفریط سے پاک تھی۔

قرآن حکیم میں اس کی تعبیر اس طرح ہے۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ [1]	اے نبیؐ ہم نے آپ کی طرف حق کیساتھ کتاب اتاری تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ کو دکھایا۔

ما اراك الله (جو اللہ نے آپ کو دکھایا) اصلاً شعورِ نبوت ہے [2] جس کے تکوینی اجزاء میں کمال حکمت کی قوت شامل ہے۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مقامات پر یہی تعبیر اختیار فرمائی ہے۔

انی اری مالا ترون [3]

---

[1] سورہ نساء آیت ۱۰۵ [2] شعور نبوت کی تفصیل کے لئے راقم الحروف کی کتاب "حدیث کا درائتی معیار" دیکھیے
[3] ترمذی وابن ماجہ ابواب الزہد۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قوت کی حفاظت ونگرانی ہوتی تھی

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا [۱] — آپ اپنے رب کا انتظار کیجئے آپ ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔

وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا [۲] — اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو آپ کچھ ان کی طرف مائل ہو جاتے۔

اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے فرمایا

لايقولن قضيت بما اراني الله تعالى فان الله تعالى لم يجعل ذالك الا لنبيه واما احدنا فرايه يكون ظنا لا علما [۳] — کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں نے اس کے مطابق فیصلہ کیا جو اللہ نے مجھے دکھایا کیوں کہ یہ مقام صرف نبی کے لئے خاص ہے ہم لوگوں کی رائے ظن کے درجہ میں ہوتی ہے نہ کہ علم کے درجے میں۔

امام فخرالدین رازی نے مذکورہ آیت میں علم کو رویت سے تعبیر کی یہ وجہ بیان کی ہے۔

لان العلم اليقيني المبرأ عن جهات الريب يكون جاريا مجرى الرؤيه في القوة والظهور [۴] — وہ علم یقینی جو شک کو دور کرنے والا ہے قوت اور ظہور میں رویت (دیکھنے) کے قائم مقام ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت حکمت چونکہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے اس بنا پر قرآنی حکمت میں اس کو معیار اور سند کا درجہ حاصل ہے کسی اور کی قوت کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام شافعیؒ وغیرہ نے مذکورہ فرائض منصبی کی آیات (ويعلمهم الكتاب والحكمه) میں حکمت کی تفسیر سنت نبوی کی ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں۔

واما الحكمة المعروفة بالكتاب — جو حکمت کتاب کے ساتھ مذکور ہے اس سے

---

[۱] طور آیت ۴۸ [۲] بنی اسرائیل آیت ۷۴ [۳] فخرالدین رازی تفسیر کبیر جز ثالث نساء آیت ۴۷، محمد عبدہ مصری تفسیر المنار جز خامس نساء آیت ۴۷، [۴] فخرالدین رازی تفسیر کبیر جز ثالث نساء آیت ۴۷۔

فھی السنۃ کذالک قال الشافعیؒ وغیرہ من الائمۃ ؎۱	مراد سنت ہے۔ امام شافعیؒ اور دوسرے اماموں نے یہی کہا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی حکمت کا اولین مظہر بطور نمونہ سنت نبویؐ ہے کہ اس کو معیار بنا کر قوت حکمت کے ذریعہ اخذ و استنباط کا سلسلہ جاری رہے اور اس کے ذریعہ نمو پذیر زندگی و ترقی پذیر معاشرہ کی رہنمائی ہوتی رہے۔ یہ مطلب نہیں کہ قرآنی حکمت تمامتر سنت نبوی ہے کہ اس کے بعد غور و فکر اور اخذ و استنباط کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ یہ قرآن حکیم کی آیت کے خلاف ہے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ؎۲	ہم نے آپ پر الذکر (قرآن) اتارا کہ جو لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے آپ ان کے سامنے بیان کر دیں تاکہ وہ خود غور و فکر کریں۔

لعلھم یتفکرون کے ذریعہ ایسے تمام لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے اور اخذ و استنباط کر سکتے ہیں۔

پھر تحقیق کے نزدیک اخذ و استنباط کے لحاظ سے کسی بھی موضوع سے متعلق قرآنی آیتوں کی تعداد حقیقی نہیں ہے بلکہ اضافی ہے، جو ذہنوں اور طبیعتوں نیز حالتوں اور ضرورتوں کے لحاظ سے مقدار میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ابن دقیق العید کہتے ہیں۔

مقدار آیات الاحکام لا تنحصر فی ھذا العدد بل ھو یختلف باختلاف القرائح والاذھان وما یفتحہ اللہ من وجوہ الاستنباط و الراسخ فی علوم الشریعۃ یعرف ان من اصولھا واحکامھا	آیات احکام کی مقدار اس عدد (دو سو یا پانچ سو یا کچھ زیادہ) میں محدود نہیں ہے بلکہ طبیعتوں اور ذہنوں کے اختلاف سے مقدار مختلف ہوتی ہے۔ جن حضرات پر اللہ نے وجوہ استنباط کے دروازے کھولے اور جن کو علوم شرعیہ میں رسوخ حاصل ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ بہت

؎۱ ابن قیم مدارج السالکین و تفسیر قیم وانزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ آیت ۱۱۲ ؎۲ النحل آیت ۴۴

مایوخذ من موارد متعددہ	سے اصول و احکام متعدد جگہوں سے حاصل
حتی الآیات الواردہ فی القصص	ہوتے ہیں حتیٰ کہ ان آیتوں سے بھی جو قصص و
والامثال [۱]	امثال میں وارد ہوئی ہیں۔

حکمت کے درجات۔ حکمت کے بہت سے درجے اور مرتبے ہیں جو جس درجہ اور جس گوشہ میں اس کی قوت رکھتا ہے اسی کی مناسبت سے وہ درجہ حکمت پر فائز ہوتا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:۔

یوتی الحکمۃ من یشاء ومن	اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس
یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً	کو حکمت عطا ہوئی وہ خیر کثیر سے نوازا
کثیراً [۲]	گیا۔

اور حدیث لکل حد مطلع [۳] (ہر حد کے لئے واقفیت کے مقام ہیں) میں غالباً درجات کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ مطلع اس روشندان کو کہتے ہیں جو بلندی پر ہوتا اور جس کے ذریعہ چیزوں سے واقفیت حاصل کی جاتی ہے اسی طرح حکمت کے ذریعہ بلندی پر پہنچ کر اور متعلقہ چیزوں سے واقفیت حاصل کرکے گہرائی تک رسائی حاصل کی جاتی ہے اور پھر سارے پہلوؤں کو سامنے رکھ کر مبصرانہ حیثیت سے گفتگو ہوتی ہے۔

حکمت کی تکوین چونکہ شعور عقل اور شعور قلب کے مجموعہ سے ہوتی ہے اور دونوں طبعی خصوصیات و بشری کمزوریوں سے خالص و بے آمیز نہیں ہوتے ہیں۔ اس بنا پر قوت حکمت کو اپنی رہنمائی کے لئے ایک بلند و برتر شعور کی ضرورت ہے کہ جس کے ذریعہ اپنے فیصلے و نتائج میں نکھار و جلا پیدا کر سکے اور جس کا دامن عصمت اس کی تر دامنی کے لئے ذریعۂ نجات بن سکے یہ رہنما شعور نبوت ہے کہ انسانوں کی دنیا میں اس سے زیادہ کسی اور کے خالص و بے آمیز ہونے کی ضمانت نہیں ملتی اس شعور سے رہنمائی حاصل کرنے کا براہ راست سلسلہ ختم نبوت کے ساتھ اگرچہ ختم ہو گیا لیکن اس سے حاصل شدہ علم و حکمت کی دونوں قسمیں موجود و محفوظ ہیں

---

[۱] علال فاسی مقاصد الشریعہ الاسلامیہ القرآن [۲] بقرہ آیت ۲۶۹ [۳] مشکوٰۃ کتاب العلم

(۱) وہ علم و حکمت جو برتر شعور یا لوح سے تعلق جوڑ کر حاصل کیا گیا جس کا تعلق خارجی و ماورائی حقیقت سے ہے اس کا اصطلاحی نام قرآن ہے۔ والقرآن یفسر بعضہ بعضاً (قرآن کا ایک حصہ خود دوسرے حصہ کی تفسیر کرتا ہے)

(۲) وہ علم و حکمت جو نبوت کے خلقی وجدان و داخلی شعور کا نتیجہ اور قرآن کی معنوی دلالت سے حاصل کیا ہوا ہے اس کا اصطلاحی نام حدیث و سنت ہے۔

شعور نبوت کو رہنما بنانے کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ حکمت میں خفا ہوتا ہے جس کا انضباط مشکل ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے قلب و دماغ کے آبگینے کی خاص چمک درکار ہوتی ہے جو سخت مرحلات و ریاضیات کے بعد ہی نمودار ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں توازن برقرار رکھنے کے لئے کسی برتر شعور کی رہنمائی قبول کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

اس رہنمائی کی ضرورت راسخین (علم میں) اور عارفین سبھی کو ہے۔ جس کے ذریعہ ہر ایک کی حکمت اپنی چاک دامنی کے لئے رفوگری کا سامان مہیا کر کے فائز المرام ہوگی اور جس کسی کی حکمت سے اس پر زد پڑتی ہوگی وہ قرآنی حکمت کہلانے کی مستحق نہ قرار پائے گی۔ خواہ وہ بڑے سے بڑے راسخ فی العلم اور عارف باللہ کی حکمت ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام کے نظام معاشرت کے مطالعہ کے لئے
سید جلال الدین عمری کی تصنیف

عورت۔ اسلامی معاشرہ میں

عورت دور قدیم میں کیا تھی اور دور جدید میں کیا ہے؟ اسلام نے اسے کیا مقام عطا کیا؟ کیا حقوق دیئے؟ اس کا کیا دائرہ کار متعین کیا؟ اجتماعی جد و جہد کی کہاں تک اجازت دی؟ جنسی تعلقات کو اسلام کس نظر سے دیکھتا ہے؟ اس سے متعلق مسائل کو اسلام کس طرح حل کرتا ہے؟ یہ ہیں بعض وہ موضوعات جن سے اس علمی اور تحقیقی کتاب میں بحث کی گئی ہے۔

ہندوستان میں آٹھواں ایڈیشن صفحات ۲۳۲ قیمت ۱۲ روپے
مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۶ سے حاصل کریں